فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): جس کاروبار کی وجہ سے کوئی بڑا نقصان ہو جائے، مثلاً بیٹا فوت ہو جائے یا گاڑی تباہ ہو جائے، کیا وہ کاروبار ترک کر دینا چاہیے؟

(جواب): اگر کسی کو نقصان ہو جائے، تو منحوس خیال کرتے ہوئے کاروبار کو چھوڑ دینا جائز نہیں، یہ تو ہم پرستی ہے اور بدشگونی ہے، جس کی اسلام میں کوئی حقیقت نہیں۔ تو ہم پرستی اور بدشگونی عقیدہ میں بگاڑ لاتی ہے۔ انسان کو زندگی میں جو بھی فائدہ یا نقصان پہنچتا ہے، وہ تقدیر کا معاملہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرنی چاہیے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا﴾ (الحدید: ۲۲)

''زمین اور تمہارے اندر ہونے والی ہر تبدیلی ہم نے تخلیق سے پہلے ہی لکھ دی ہے۔''

انسان کو شرک کی طرف لے جانے والی اعتقادی کمزوریوں میں سے ایک تو ہم پرستی اور اللہ تعالیٰ پر یقین کامل کا نہ ہونا بھی ہے۔ تو ہم پرستی کا شکار انسان اللہ تعالیٰ کے بجائے مخلوقات پر اعتماد کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ چیز مجھے نقصان سے بچا سکتی ہے، یا نفع پہنچا سکتی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا عَدْوٰی وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ .

''نہ چھوت ہے، نہ بدفالی ہے، نہ مردہ کی کھوپڑی سے پرندہ نکلتا ہے اور نہ ہی صفر کا مہینہ منحوس ہے۔''

(صحيح البخاري : 5707، صحيح مسلم : 2220)

سوال: کیا مہدی کا آنا حق ہے؟

جواب: مہدی قرب قیامت پیدا ہوں گے، یہ حق ہے۔ کئی احادیث اس پر دلیل ہیں، یہ اہل سنت کا مذہب ہے۔ مہدی کا نام محمد اور والد کا نام عبد اللہ ہوگا، اس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے وحی سے دی ہے، نبی کریم ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔ ان سے مراد وہ خیالی مہدی نہیں، جسے روافض مہدی منتظر کا نام دیتے ہیں۔

سوال: کیا مہدی کے بارے مروی احادیث ضعیف ہیں؟

جواب: مہدی کا آنا برحق ہے، اس کی خبر کئی صحیح احادیث میں موجود ہے۔ یہ کہنا کہ اس بارے میں تمام احادیث ضعیف ہے، درست نہیں، بلکہ اہل علم نے ان احادیث کو متواتر قرار دیا ہے۔

سوال: درج ذیل آیت کا مفہوم کیا ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ﴾ (الأنعام : ١٠٤)

''میں (محمد ﷺ) تم پر نگہبان نہیں ہوں۔''

جواب: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہلوایا ہے کہ اے مشرکین کی جماعت! میرا کام تمہیں حق بات بتا دینا ہے، تمہارے ایمان نہ لانے کا نقصان

مجھے نہیں ہوگا، بلکہ اس کا نقصان تم خود اٹھاؤ گے، اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے اعمال پر نگہبان نہیں بنایا، بلکہ صرف ہدایت کا داعی بنایا ہے۔

مکمل آیت سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے:

﴿قَدْ جَاءَ كُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ﴾(الأنعام: ١٠٤)

''یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحتیں آ چکی ہیں، اب جس نے انہیں دیکھا (یعنی ان پر غور کر کے انہیں مان لیا) تو اس کا فائدہ اسے ہی ہو گا اور جو اندھا بن گیا (اور ان پر غور نہ کیا) تو اس کا نقصان اسی کو ہے، میں (محمد ﷺ) تم پر نگہبان نہیں ہوں۔''

سوال: کیا قبر والے زائرین کو دیکھتے ہیں؟

جواب: موت کے بعد انسان کا تعلق دنیا اور دنیا والوں سے کٹ جاتا ہے، اس کی روح اللہ کے پاس ہوتی ہے۔

بعض کا عقیدہ ہے کہ قبر والا قبر پر آنے والے کو دیکھتا ہے اور اس کی ہر بات سنتا ہے۔ یہ بدعی عقیدہ ہے، جس کا قرآن کریم، احادیث، آثار اور سلف کے عمل میں کوئی ثبوت نہیں، یہ روافض کا عقیدہ ہے، جو گمراہ لوگوں میں داخل ہو چکا ہے۔

موت محض عدم کا نام نہیں، بلکہ انقطاع روح کے بعد ایک جہان سے دوسرے جہان میں جانے کا نام ہے۔ جس کی ابتدا قبر سے ہوتی ہے۔ اسے برزخ کہتے ہیں۔ قبر میں جزا وسزا کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ قرآن وحدیث اور اجماع امت اسی کے مؤید ہیں۔

✿ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : الْمَوْتُ لَيْسَ بِعَدَمٍ مَّحْضٍ وَّلَا فَنَاءٍ صَرْفٍ وَّإِنَّمَا هُوَ انْقِطَاعُ تَعَلُّقِ الرُّوحِ بِالْبَدَنِ وَمُفَارَقَتُهُ وَحَيْلُولَةٌ بَيْنَهُمَا، وَتَبَدُّلُ حَالٍ وَّانْتِقَالٌ مِنْ دَارٍ إِلٰى دَارٍ، وَهُوَ مِنْ أَعْظَمِ الْمَصَائِبِ، وَقَدْ سَمَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مُصِيبَةً .

''اہل علم کہتے ہیں: موت محض عدم اور فنا کا نام نہیں ہے، بلکہ موت روح اور بدن کے تعلق کے منقطع ہونے، دونوں کے جدا جدا ہونے، حالت کے تبدیلی اور ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہونے کا نام ہے۔ یہ سب سے بڑی مصیبت ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے مصیبت کہا ہے۔''

(التّذكرة بأحوال الموتٰى، ص 111، تفسير القرطبي : 377/7، 206/18، أحكام القرآن لابن العربي : 384/2، المسالك لابن العربي : 605/3، القبس لابن العربي، ص 430، شرح الصّدور للسّيوطي، ص 19، بشرى الكئيب للسّيوطي، ص 18، الحاوي للفتاوى للسّيوطي : 180/2، 317/2، البحور الزّاخرة للسّفاريني : 11/1، 21)

موت کی اس حقیقت میں سب برابر ہیں؛ انبیا ہوں یا اولیا وعوام۔ لہٰذا یہ کہنا کہ قبر والے زائرین کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں، بے دلیل بات ہے۔

سوال: جس نے گناہ کیا، پھر سچے دل سے توبہ کر لی، کچھ دنوں بعد شیطان کے بہکاوے میں آ گیا اور وہی گناہ کرلیا، تو کیا اس کا توبہ سے پہلے والا گناہ بھی لکھا جائے گا؟

جواب: جس گناہ کے بعد صدق دل سے توبہ کر لی جائے، وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے، گویا گناہ کیا ہی نہیں۔ پھر اگر دوبارہ اسی گناہ کو کرلیا، تو سابقہ گناہ نہیں لکھا جاتا۔

سوال: کیا مکڑی کے جالے سے گھر میں فقر وفاقہ آتا ہے؟

جواب: مکڑی کے جالے سے گھر کو صاف ستھرا رکھنا اچھی بات ہے، مگر یہ کہنا کہ مکڑی کا جالا ہو، تو گھر میں فقر وفاقے رہتے ہیں، یہ بے حقیقت بات ہے، اس کی وجہ تو ہم پرستی ہے، جسے کمزور ایمان والے لوگوں نے اپنا رکھا ہے۔ انسان کو وہی بیماری، پریشانی اور مصیبت لاحق ہوتی ہے، جو اس کی تقدیر میں لکھی گئی ہو۔

تعجب ہے کہ آج کل کے ماڈرن اور تعلیم یافتہ دَور میں بھی بے شمار خرافات ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہیں!

سوال: بعض کہتے ہیں کہ مجھے فلاں فلاں بزرگ نے ''رقیہ شرعی'' کی اجازت دی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: جب نبی کریم ﷺ نے ہمیں رقیہ شرعی کی اجازت دی ہے، تو آپ ﷺ کے بعد ہمیں کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ دم کے الفاظ شرعی کلمات پر مشتمل ہوں، تو کسی بھی صحیح العقیدہ مسلمان سے دم کروایا جا سکتا ہے۔

بعض کا یہ کہنا کہ مجھے فلاں پیر، فلاں شیخ یا فلاں ہستی نے اجازت دی ہے، درست نہیں، دراصل یہ پیری مریدی والے سلسلے ہی خرابی کا باعث ہیں، کسی کے مال اور ایمان کو لوٹنے کا یہ سب سے آسان طریقہ ہے۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ فلاں پیر کی اجازت کی وجہ سے ان کے پاس آئیں۔ اسلاف اُمت کی زندگیوں میں یہ چیزیں نہیں ملتیں، یہ گمراہ صوفیا کی ایجادات ہیں۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ رات کو بیوی کا چہرہ دیکھنے سے اپنے چہرہ پر سیاہی آتی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): اس بات کا تعلق بھی کمزور ایمانی اور توہم پرستی سے ہے، یہ بھی انہی خرافات میں سے ہے، جو بعض جاہلوں اور بدعقیدہ لوگوں کی طرف سے پھیلائی گئی ہیں۔ بیوی کا چہرہ کسی بھی وقت دیکھا جا سکتا ہے، شریعت نے کسی وقت ممنوع قرار نہیں دیا۔

(سوال): کیا اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونے کا عقیدہ اتفاقی و اجماعی ہے؟

(جواب): قرآنی نصوص، احادیث متواترہ، آثار سلف، اجماع اُمت اور فطرت شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ اہل سنت والجماعت کا ایک فرد بھی اس کا انکاری نہیں۔

❀ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُنْكِرْ أَحَدٌ مِّنَ السَّلَفِ الصَّالِحِ أَنَّهُ اسْتَوٰى عَلٰى عَرْشِهٖ، وَإِنَّمَا جَهِلُوا كَيْفِيَّةَ الْاِ سْتِوَاءِ .

''سلف صالحین میں سے کسی ایک نے بھی اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا انکار نہیں کیا، البتہ انہوں نے استوا کی کیفیت کو مجہول قرار دیا ہے۔''

(تفسير القرطبي : 219/7)

(سوال): والد غیر مسلم ہے اور بیٹا صحیح العقیدہ مسلمان ہے، بیٹا اپنے والد کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے، کافر باپ اپنے بیٹے کو اسلام چھوڑنے کا کہتا ہے، مگر بیٹا انکار کرتا ہے، جس پر باپ بیٹے کو طرح طرح کی بددعائیں دیتا ہے، کیا ایسے کافر والد کی اپنے مسلمان بیٹے پر بددعائیں قبول ہوتی ہیں؟ اور اس کا کیا حل ہے؟

(جواب): اگر مسلمان بیٹا اپنے کافر والد سے حسن سلوک سے پیش آتا ہے، تو کافر والد کی بددعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ بیٹے کو چاہیے کہ والد سے دنیاوی اُمور میں حسن سلوک جاری رکھے، دین کے معاملہ میں اس کی بات نہ مانے، کیونکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی

اطاعت نہیں۔ البتہ والد کو بطریق احسن تبلیغ کرے اور بڑھ چڑھ کر خدمت کرے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾(لقمان : ١٥)

''اپنے والدین کے ساتھ دنیوی اُمور میں نیک برتاؤ رکھو۔''

❁ نبی کریم ﷺ نے سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو اپنی مشرک ماں سے حسن سلوک اور صلہ رحمی کا حکم دیا۔

(صحيح البخاري : 2620، صحيح مسلم : 1003)

سوال: حدیث کے بوسیدہ اوراق کا کیا کیا جائے؟

جواب: حدیث کے اوراق انتہائی بوسیدہ ہو جائیں، پڑھنے کے لائق نہ رہیں، تو انہیں کسی ایسی زمین میں دفن کر دیا جائے، جہاں ان کی بے حرمتی کا اندیشہ نہ ہو۔ یا کسی غیر آباد کنواں میں ڈال دیا جائے۔ ایسا ممکن نہ ہو، تو ان اوراق کو جلا دینے میں کوئی حرج نہیں، وہ خاک دفن کر دی جائے۔ اس میں چونکہ حدیث کی تحقیر کا قصد نہیں ہے، بلکہ اس کی حفاظت اور احترام پیش نظر ہے، لہٰذا ایسا کرنا جائز ہے، جمہور علما کی یہی رائے ہے۔

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) لکھتے ہیں:

فِي أَمْرِ عُثْمَانَ بِتَحْرِيقِ الصُّحُفِ وَالْمَصَاحِفِ حِينَ جَمَعَ الْقُرْآنَ جَوَازُ تَحْرِيقِ الْكُتُبِ الَّتِي فِيهَا أَسْمَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَأَنَّ ذٰلِكَ إِكْرَامٌ لَّهَا، وَصَيَانَةٌ مِّنَ الْوَطْءِ بِالْأَقْدَامِ وَطَرْحِهَا فِي ضَيَاعٍ مِّنَ الْأَرْضِ.

''قرآن کو (کتابی شکل میں) جمع کرنے کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بقیہ تمام

صحائف کوجلا دینے کا حکم دینے میں جواز ہے کہ ان کتب کو جلانا جائز ہے، جن میں اللہ کے نام درج ہوتے ہیں، یہ ان کتب کی عزت اور پاؤں میں روندے جانے سے حفاظت ہے۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ ان کتب کو غیر آباد زمینوں کے سپرد کر دیا جائے۔''

(شرح صحيح البخاري : 226/10)

۞ نیز اہل علم کی مختلف آراذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قَوْلُ مَنْ حَرَّقَهَا أَوْلٰى بِالصَّوَابِ .

''ان کتب کو جلانے والوں کی بات زیادہ درست ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 226/10)

سوال: کیا سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق کعبہ کی مٹی سے ہوئی؟

جواب: یہ بے بنیاد بات ہے، البتہ یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری زمین سے ایک مٹھی مٹی لی اور اس سے آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی۔

۞ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلٰى قَدْرِ الْأَرْضِ، جَاءَ مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ، وَالْأَبْيَضُ، وَالْأَسْوَدُ، وَبَيْنَ ذٰلِكَ، وَالسَّهْلُ، وَالْحَزْنُ، وَالْخَبِيثُ، وَالطَّيِّبُ .

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا، جو اس نے ساری زمین سے لی۔ اسی لیے آدم علیہ السلام کے بیٹے زمین کی خاصیت کے مطابق پیدا ہوئے، کوئی سرخ، کوئی سفید، کوئی کالا اور کوئی ساولا، کوئی خوشحال، کوئی مغموم، کوئی

اچھے اور کوئی برا۔''

(مسند الإمام أحمد : 40/4، سنن أبي داود : 4693، سنن التّرمذي : 2955، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۱۶۰) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۳۰۳۷) نے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

سوال: کیا جمعہ کے دن یا رات روحیں زمین پر اُترتی ہیں؟

جواب: موت کے بعد مؤمنوں کی روحیں جنت میں ہوتی ہیں اور کفار کی روحیں جہنم میں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے پاس روک لیتا ہے۔ روحوں کا زمین پر اُترنا کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ جمعہ کے دن روحوں کے لوٹنے پر کوئی حدیث ثابت نہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ﴾(الزّمر : 42)

''اللہ موت کے وقت جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن پر موت نہیں آئی، ان کو نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر سوئے ہوؤں میں سے جس پر موت کا فیصلہ کر دے، اس کی جان کو روک لیتا ہے، اور جس پر موت کا فیصلہ نہیں کیا، اس کو ایک مقرر وقت کے بعد جسم میں لوٹا دیتا ہے۔ اس میں تفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

تَلْتَقِي أَرْوَاحُ الْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ فِي الْمَنَامِ، فَيَتَسَاءَلُونَ بَيْنَهُمْ، فَيُمْسِكُ اللّٰهُ أَرْوَاحَ الْمَوْتٰى وَيُرْسِلُ أَرْوَاحَ الْأَحْيَاءِ إِلٰى أَجْسَادِهَا .

''مردوں اور زندوں کی ارواح نیند میں باہم ملتی ہیں، ایک دوسرے سے سوال بھی کرتی ہیں، تو اللہ مردوں کی روحوں کو روک لیتا ہے اور زندوں کی روحوں کو ان کے جسموں کی طرف لوٹا دیتا ہے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 122، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: یہ عقیدہ کہ نبی کریم ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور ہر بات سے باخبر ہیں، کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ بدعی اور گمراہ کن عقیدہ ہے، اسلاف اُمت کے عقائد میں اس کا ذکر تک نہیں، بلکہ بے شمار قرآنی وحدیثی نصوص اس کے مخالف ہیں۔

سوال: بعض احباب تشہد کے کلمات: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ ......» سے نبی کریم ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت کرتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: ہر جگہ مخاطب کے الفاظ سے حاضر ہونا لازم نہیں آتا، بلکہ حضور ذہنی بھی ہوتا ہے، جیسا کہ اہل عرب کے کلام میں معروف ہے۔ پھر یہ الفاظ نبی کریم ﷺ کے تعلیم کردہ ہیں، جنہیں آپ ﷺ خود بھی ادا فرماتے تھے۔ نیز بعض صحابہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد تشہد میں غائب کے صیغہ کے ساتھ سلام پڑھا، جس سے احباب کے استدلال کی قلعی کھل جاتی ہے۔

اسلاف امت میں سے کسی نے مخاطب کے الفاظ سے نبی کریم ﷺ کا حاضر و ناظر

ہونا ثابت نہیں کیا، حالانکہ وہ سب سے بڑھ کر نصوص شرعیہ کو سمجھنے والے تھے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد اس حال میں سکھایا کہ میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کے درمیان تھا اور یوں سکھایا، جیسے قرآن کی سورت ہو:

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ .

''تمام قولی، فعلی اور مالی عبادات اللہ کے لئے، اے نبی! آپ پر اللہ کی رحمت، برکت اور سلام ہو۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک زندہ رہے، ہم یہ الفاظ پڑھتے رہے:

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ .

آپ فوت ہو گئے، تو ہم یوں پڑھنے لگے:

اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ . ''اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلامتی ہو۔''

(مسند الإمام أحمد : 414/1، صحيح البخاري : 6265، واللّفظ لهٗ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا هٰذِهِ الزِّيَادَةُ؛ فَظَاهِرُهَا أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ : السَّلَامُ عَلَيْكَ

أَيُّهَا النَّبِيُّ بِكَافِ الْخِطَابِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ تَرَكُوا الْخِطَابَ، وَذَكَرُوهُ بِلَفْظِ الْغَيْبَةِ، فَصَارُوا يَقُولُونَ : السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ .

’’زائد الفاظ سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں کاف خطاب کے صیغے سیکھتے تھے: اے نبی! آپ پر سلامتی ہو۔آپ ﷺ وفات پا گئے تو صحابہ نے مخاطب کا صیغہ ترک کر دیا اور غائب کے صیغے سے پڑھنا شروع کر دیا، کہنے لگے: اللہ کے نبی ﷺ پر سلامتی ہو۔‘‘

(فتح الباري :56/11)

❁ قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمیں تشہد سکھاتی اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتی تھیں۔وہ کہتی تھیں:

التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ، السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ .

’’تمام پاکیزہ قولی، فعلی اور مالی عبادات اللہ کے لئے، نبی ﷺ پر اللہ کی رحمت اور سلام ہو۔ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔‘‘

سیدہ رضی اللہ عنہا بھی غائب کے صیغے کے ساتھ سلام پڑھتی تھیں۔

(المُخَلِّصِيَّات لأبي الطّاهر المُخَلِّص :2521، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب کے صیغے کے ساتھ بھی ایک روایت آئی ہے۔

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ .

''تمام قولی، فعلی اور مالی عبادات اللہ کے لئے ،اے نبی! آپ پر اللہ کی رحمت، برکت اور سلام ہو۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

(المخلّصيّات لأبي الطّاهر المخلّص : 450، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی غائب کے صیغے کے ساتھ بایں الفاظ تشہد پڑھ لیا کرتے تھے:**

بِسْمِ اللّٰهِ، التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ، الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ، السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، شَهِدْتُّ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، شَهِدْتُّ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ .

''بسم اللہ، تمام پاکیزہ قولی، فعلی اور مالی عبادات اللہ کے لئے، نبی ﷺ پر اللہ کی رحمت، برکت اور سلام ہو۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔'' (المؤطّأ للإمام مالك :91/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

إِنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوا يَقُولُونَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ : السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ ، فَلَمَّا مَاتَ قَالُوا : السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ .

''صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھا کرتے تھے، جب آپ ﷺ وفات پا گئے، تو صحابہ نے یہ پڑھنا شروع کر دیا: اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ ''اللہ کے نبی ﷺ پر سلامتی ہو۔''

(فتح الباري لابن حجر : 2/314-315، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ حافظ ابن حجر نے سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

۞ طاؤس رحمہ اللہ بھی تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ پڑھتے تھے۔

(مسند السرّاج : 825، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ علامہ سبکی رحمہ اللہ (۷۵۶ھ) کہتے ہیں:

إِنْ صَحَّ هٰذَا عَنِ الصَّحَابَةِ؛ دَلَّ عَلٰى أَنَّ الْخِطَابَ فِي السَّلَامِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ وَاجِبٍ، فَيُقَالُ : السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ .

''اگر صحابہ سے بصیغہ غائب سلام پڑھنا ثابت ہو جائے، تو یہ دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد بصیغہ خطاب سلام کہنا واجب نہیں۔ چنانچہ یوں بھی کہا جا سکتا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ ''نبی ﷺ پر سلامتی ہو۔''

(فتح الباري لابن حجر : 2/314)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، علامہ سبکی رحمہ اللہ کی بات پر تبصرہ کرتے ہیں:

قُلْتُ : قَدْ صَحَّ بِلَا رَيْبٍ .

''میں کہتا ہوں کہ بلا شک وشبہ یہ بات درست ہے۔''

(فتح الباري : 314/5)

واضح ہوا کہ تشہد میں اَلسَّلامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ اور اَلسَّلَامُ عَلٰى النَّبِيِّ دونوں الفاظ پڑھنا درست ہیں، نبی کریم ﷺ کے تعلیم کردہ الفاظ ہی اولیٰ وافضل ہیں۔ البتہ صحابہ سے منقول الفاظ جواز پر محمول ہیں۔

سوال: کیا پہلے انبیائے کرام علیہم السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ ہمیں محمد کریم ﷺ کی اُمت میں داخل فرما؟

جواب: ایسی کوئی روایت ثابت نہیں۔ یاد رہے کہ نبوت سب سے بڑا منصب ہے، اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت بھی مسلم ہے، مگر یہ فضیلت نبوت کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتی۔

بھلا انبیا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی فضیلت نبوت سے سرفراز کیا ہو، وہ چھوٹی فضیلت کی خواہش یا دعا کیونکر کریں گے؟ یاللعجب!

سوال: کیا شمال کی طرف پاؤں کرنا ممنوع ہے؟

جواب: ممانعت پر کوئی دلیل نہیں۔

سوال: کیا تجارت میں کوشش اور تدبیر کرنا تاکہ زیادہ نفع حاصل ہو، تقدیر پر ایمان کے منافی ہے؟

جواب: تجارت میں زیادہ نفع حاصل کرنے کے لیے بہتر سے بہتر پالیسی اختیار کرنا اور دن رات محنت کرنا جائز ہے، یہ تقدیر پر ایمان کے منافی نہیں۔ کیونکہ یہ بھی تقدیر میں لکھا ہے کہ فلاں شخص زیادہ محنت اور بہتر پالیسی کی وجہ سے زیادہ نفع کمائے گا۔

اسباب کو اختیار کرنا تقدیر کے منافی نہیں۔

(سوال): کیا یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معراج والی رات تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت کرائی؟

(جواب): جی ہاں۔ نبی کریم ﷺ نے معرات کی رات تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت کرائی۔ یہ سب حقیقت میں ہوا۔ اس کا تعلق ایمان بالغیب سے ہے، یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے، جس کا ادراک عقل سے نہیں کیا جا سکتا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

...... حَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ، فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلَاةِ ....

''......اتنے میں نماز کا وقت ہوا، تو میں نے تمام انبیا کو امامت کرائی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد......۔''

(صحیح مسلم: 172)

(سوال): ایک شخص بآواز بلند قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہے، دوسرا اسے منع کر رہا ہے کہ اونچی تلاوت مت کر، کیونکہ یہ ریا کاری ہے، کیا اس کی بات درست ہے؟

(جواب): ریا کاری کا تعلق دل سے ہے، جو اللہ تعالیٰ اور بندے کا معاملہ ہے۔ نیکی کو اعلانیہ اور پوشیدہ کرنا دونوں طرح درست ہے، بلکہ اکثر نیکیاں اعلانیہ ہی ہوتی ہیں، نیکی اعلانیہ ہو یا پوشیدہ اگر دل میں شہرت اور غیر اللہ کو راضی کرنا مقصود ہے، تو وہ عمل رائیگاں ہیں، بلکہ روز قیامت وبال جان بن جائے اور اگر دل میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے، تو وہ عمل ظاہر ہو یا پوشیدہ، کوئی حرج نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا

الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾(البقرۃ : ۲۷۱)

''اگر تم اعلانیہ صدقہ کرو، تو یہ بھی اچھا ہے، البتہ اگر مخفی صدقہ کرو اور فقرا کو دو، تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔''

لہٰذا کسی کے عمل کو دیکھ کر یہ نہیں کہنا چاہیے کہ فلاں شخص ریا کاری کر رہا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْبَرَكَةُ مَعَ أَكَابِرِكُمْ .

''اکابر میں برکت ہے۔''

(صحیح ابن حبان : 559، شُعب الإيمان للبَيهقي : 10493)

جواب: یہ روایت عکرمہ کی مرسل ہے، اس کا مرفوع اور متصل ہونا خطا ہے۔ امام ابو حاتم رازی (علل الحدیث: ۶/۲۰۳) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ کا یہی رجحان ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُحَدِّثِ ابْنُ الْمُبَارَكِ هٰذَا الْحَدِيثَ بِخُرَاسَانَ إِنَّمَا حَدَّثَ بِهٖ بِدَرْبِ الرُّومِ، فَسَمِعَ مِنْهُ أَهْلُ الشَّامِ، وَلَيْسَ هٰذَا الْحَدِيثُ فِي كُتُبِ ابْنِ الْمُبَارَكِ مَرْفُوعًا .

''امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے خراسان میں یہ حدیث بیان نہیں کی، بلکہ درب الروم میں بیان کی ہے، اہل شام نے ان سے یہ حدیث سنی، عبداللہ بن

مبارک رحمہ اللہ کی کتابوں میں یہ روایت مرفوع (متصل) موجود نہیں۔''

(صحیح ابن حبان، تحت الحدیث : 559)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَصْلُ فِيهِ مُرْسَلٌ .

''اصل میں یہ روایت مرسل ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 457/6)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلصَّوَابُ أَنَّهٗ مُرْسَلٌ .

''اس کا مرسل ہونا ہی درست ہے۔''

(تلخيص العِلَل المتناهية لابن الجوزي :125/1)

❁ اسی معنی کی ایک مرفوع روایت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(الكامل لابن عدي : 419/4)

روایت ضعیف و منکر ہے۔

① سعید بن بشیر ضعیف ہے۔

② سعید بن بشیر کی قتادہ سے روایت منکر ہوتی ہے۔ یہ روایت بھی قتادہ سے ہے۔

③ قتادہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

(سوال): ''عبد الرسول'' نام رکھنا کیسا ہے؟

(جواب): عبد الرسول، عبد النبی، عبد المصطفیٰ، عبد المسیح، عبد علی، عبد حسین اور عبد کعبہ وغیرہ نام رکھنا بالاجماع حرام ہے۔ یہ تاویل کرنا کہ عبد بمعنی خادم ہے، درست نہیں، کیونکہ

عبد کا متبادر الذہن معنی ''بندہ'' ہے، تو اس کو حقیقی معنی سے پھیرنے کے لیے قرینہ چاہیے، وہ یہاں موجود نہیں۔ عبد النبی، عبد الرسول وغیرہ ناموں میں فوراً ذہن میں بندے کا مفہوم جاتا ہے۔ عبد بمعنی خادم وضاحت کے بغیر سمجھ نہیں آتا۔ لہٰذا عبد کی مخلوق کی طرف اضافت کر کے نام رکھنا جائز نہیں، کیونکہ یہ موہم شرک ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ﴾ (الأعراف: ١٩٠)

''جب انہیں (میاں بیوی کو) اللہ تعالیٰ صحیح سالم بیٹا عطا کرتا ہے، تو وہ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔''

مشرکوں کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ غیر اللہ سے اولاد مانگتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ انہیں اولاد عطا فرما دیتا ہے، تو وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں، کہ فلاں نے اولاد دی۔ اسی طرح بعض اوقات شرکیہ نام بھی رکھتے ہیں، جیسا کہ امام بخش، پیر بخش، پیراں دتا، نیاز حسین، نیاز علی، وغیرہ۔ اس آیت میں ان کے اس طرز عمل کا بیان ہے۔

یاد رہے کہ غلام نبی، غلام رسول، غلام مصطفیٰ، غلام علی، غلام حسن اور غلام حسین وغیرہ نام رکھنا جائز ہے، کیونکہ ان سے شرک کا شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ ہر شخص غلام کا معنی مطیع وفرمانبردار کے لیتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ، وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ

تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾(آل عمران : ۷۹-۸۰)

''کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت سے سرفراز کرے، تو وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ وہ کہے گا کہ رب والے بن جاؤ، کیونکہ تم اس کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور خود بھی اسے پڑھتے ہو اور وہ تمہیں اس بات کا حکم نہیں دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو ربّ بنالو، کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا جبکہ تم مسلمان ہو چکے ہو؟''

(سوال): مرفوع اور موقوف روایات کتنی ہیں؟ کیا ان کی تعداد معلوم ہے؟

(جواب): ان کی تعداد معلوم نہیں۔

(سوال): کیا اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ''الصانع'' (کرنے والا) ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کے لیے صفت صنعت ثابت ہے۔ (النمل : ۸۸) مگر کسی آیت یا صحیح حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے ''الصانع'' نام ثابت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ توقیفی ہیں، صفات باری تعالیٰ سے مشتق کر کے اللہ تعالیٰ کا کوئی نام نہیں رکھا جا سکتا۔

(سوال): کیا وتر کی دعا میں مسنون الفاظ سے زائد الفاظ پڑھے جا سکتے ہیں؟

(جواب): وتر کی دعا میں مسنون الفاظ سے زائد الفاظ پڑھے جا سکتے ہیں۔

(سوال): کیا بدعقیدہ لوگوں کو ''محمد'' نام رکھنے کا فائدہ ہوگا؟

(جواب): اُخروی کامیابی کے لیے عقیدہ اصل ہے، ''محمد'' نام تب فائدہ دے گا، جب عقیدہ صحیح ہوگا۔